مقصودِ تخلیقِ کائنات

جناب غلام نبی صاحب مسلم لاہور

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ

اللہ تعالیٰ کی حکمتِ کاملہ نے چاہا کہ اُس کی ذاتِ خداوندی کا ظہور ہو، اور اسے پہچانا جائے پس اُس کی مشیت نے کُن کی حسین وجمیل صورت اختیار کی تو پھر آنِ واحد میں فیکون کا حیرت انگیز عمل جاری ہوگیا، خلا کے کسی حصے میں رحمانی کرنیں (اشعۂ رحمانیہ) پھوٹ پڑیں، اور ارض وسما کی محفل جم گئی، سورج، چاند اور ستاروں کے انوار فضا میں بکھر گئے اور کہکشاں کی مانگ روپہلی افشاں سے بھر گئی، سطحِ ارضی کے آئینہ میں انوارِ سماوی کا عکس رقص کرنے لگا، حتیٰ کہ پانی کے حیات بخش قطرے نے سطحِ زمین پر آندھیوں اور طوفانوں کو سکون بخشا، پہنائے زمین کو بادلوں نے ڈھانپ لیا۔ نسیمِ سحری کے جھونکے، پہاڑوں کی فلک بوس چوٹیوں، چٹانوں اور ریت کے ٹیلوں سے اٹھکیلیاں کرنے لگے اور آن کی آن میں زمین کی وسعتیں چشموں، ندیوں، نالوں اور دریاؤں سے ہم آغوش ہوگئیں، اور یہ آبِ حیات اپنی رعنائیوں کے ساتھ بلندیوں پر یخ اور گہرائیوں میں سمندروں کی صورت میں ڈھل گیا۔

جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ

پانی کے فیض سے سمندر کی تہ اور سینۂ صحرا میں زندگی نے کروٹ لی، زمین کا سینہ شق ہوا، حیات نے انگڑائی لی اور کرنوں کی آغوش میں حرکت واہتزاز کا ظہور ہوا بلندیوں

اور بستیوں کی آغوش میں سبزہ لہلہانے لگا، پہاڑوں اور صحراؤں کے دامن رنگ رنگ کے فردوس نگاہ، خوشنما پھولوں سے بھر گئے۔ جن کی مہک نے کائناتِ ارضی کو ڈھانپ لیا، گوناگوں پھلوں نے شاخوں کو زیر بارِ احسان کر دیا اور وہ فرطِ تشکر و امتنان سے جھک کر زمین کو چومنے لگیں بادِ سحر کے خنک جھونکے انھیں سہلانے اور پیار کرنے لگے، چاند نے ان کے سینے میں رس گھولا تو آفتاب نے ان پر سنہری کرنوں کا غازہ مل دیا اور عالمِ نباتات کا ہر پتا، پھول اور پھل کسی قدر شناس کی راہ تکنے لگا۔

پانی اور نباتات کے امتزاج سے حیات نے نئی زندگی پائی، اور وہ جہانِ آب و گِل سے آزاد ہو کر ہلنے، سرکنے، چلنے اور دوڑنے لگی، حیات کو احساسِ نمو دنے متحرک کر دیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے رینگنے والے حشرات الارض، ہزار پایوں، چوپایوں اور دوپایوں نے زمین کے چپے چپے کو ڈھانپ لیا، فضائیں، طاؤس، کوئل، پپیہوں کے فردوس گوش نغموں سے گونج اٹھیں، غزالوں کی چھلانگیں، چرندوں کی کلیلیں، حسینانِ صحرا کی اچھل کود، پرندوں کی اڑانیں اور مرغانِ فضا کے ترانے کسی خلاصۂ کائنات کی آمد آمد کا اعلان کرنے لگے۔

آخر وہ ساعت آپہنچی، جس کے انتظار میں کارکنانِ قضا و قدر، عروسِ کائنات کی زینت و آرائش میں مدتوں سے سرگرمِ کار تھے، جس کے استقبال کے لئے ارض و سما کی بزم آرائی کی گئی تھی، جس کے لئے روحِ کائنات چشم براہ تھی، اچانک خالقِ کائنات کے پُرجلال و پُرہیبت الفاظ فضا میں گونجے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ میں نے آدم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تمھارا فرض ہے کہ اس کے سامنے سجدے میں گر جاؤ اور اپنے تمام خزانے اس کے سامنے ڈھیر کر دو، ارض و سما، کوہ و صحرا، بحر و بر، چرند و پرند، شجر و حجر ـــ کائنات کی ہر شے نے ارشادِ الٰہی کے سامنے سر جھکا دیا، اور ایک عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے کائنات آدم کی مطیع و منقاد ہو گئی اور سخر لکم ما فی السماوات والارض کے اثرات مرتب ہونے لگے۔

تخلیق و تقویمِ آدم | اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمایا " میں زمین میں آدم کو خلیفہ مقرر کرنے

تھا ہوں، میں نے اس میں اپنی روح پھونکی ہے اسے مخلوقات میں بزرگی عطا کی ہے، اسے احسنِ تقویم پر تخلیق کیا ہے، اسے علم، غور و فکر، ارادہ، تدبر و تعقل اور ارتقائی صلاحیتوں سے نوازا ہے، اس کے وجود سے میری صفات کا ظہور مقدر ہے، پس کسی وسوسہ کا شکار ہوتے بغیر، بلا چون و چرا اس کی خدمت میں لگ جاؤ۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ، تمہاری نظر محدود ہے، اور تم ان عظمتوں اور رفعتوں سے بے خبر ہو، جہاں تک یہ پیکرِ آب و گِل پہنچنے والا ہے۔

فرشتے، جن، حیوانات، نباتات اور جمادات نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے اسرار و غوامض سے بے خبر تھے، اور لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ کے حسن سے ناواقف، وہ غور و فکر، سوچ بچار، دور بینی اور ارتقائی وسعتوں سے ناآشنا تھے۔ ان میں اپنے خالق کی محبت میں فنا ہو کر اس سے وصال کی صلاحیت تھی نہ تڑپ، انھیں معلوم نہ تھا کہ اس مشتِ خاک کی فطرت میں وہ استعدادیں رکھ دی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی ہدایت کی اتباع سے وہ ان رفعتوں سے گذر جائے گا جہاں فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں، جہاں دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام کا اندازہ سرحدِ فکر و ادراک سے بالاتر ہے۔ فرشتوں کی حدِ نگاہ تخلیقِ آدم کے عناصر کے سطحی علم اور محدود تجربے کے پیشِ نظر یُفْسِدُ فِی الْاَرْضِ اور یَسْفِكُ الدِّمَآءَ تک رہی اور وہ خَلَقَ سے گذر کر فَسَوّٰی وَقَدَّرَ فَهَدٰی کے اسرار تک نہ پہنچ سکے، وہ آدم کے تعلق باللہ اور ان ارتقائی مناظر کا احاطہ نہ کر سکے جو پردۂ مستقبل میں خوابیدہ و پوشیدہ تھے۔ انھوں نے آدم کو ایک بیج کی صورت میں دیکھا تھا، لیکن اس بیج میں پوشیدہ تناور درخت، اس کی وسیع و عریض شاخیں، نظر فریب پتے، حسین و جمیل پھول، روح افزا پھل، اور جانفزا شمیم ـــ تمام صلاحیتیں اور استعدادیں ان کے علم سے باہر تھیں، اس لئے وہ اس شاہکارِ قدرت کے خداداد علم، تدبر اور تخلیقی قوتوں کا اندازہ نہ کر سکے۔

خلافتِ آدم | اللہ تعالیٰ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے، اس نے ہر شے کو فطرت عطا کر رکھی ہے۔ ہر شے کی تخلیق میں اُس کا دائرۂ کار اور تخریب و تعمیر کے عناصر موجود ہیں، چیونٹی سے

ہاتھی تک، بیج سے لے کر فلک بوس اشجار تک تمام اپنی فطرت کی حدود میں معروفِ عمل ہیں انسان بھی فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ کی غیر مرئی زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے خلق کیا اسے احسن و متناسب قویٰ (فسوّیٰ) اور استعدادیں مرحمت فرمائیں، پھر قَدَّرَ کے الفاظ میں اُس کی صلاحیتوں کے تزکیہ اور نشو ونما کی حدود متعین کر دیں، کہ جہاں اُس میں جسمانی، ذہنی، علمی، اخلاقی اور روحانی ترقی و بالیدگی کی فطرت رکھی، وہاں ان کی ایک حد بھی مقرر کر دی جس کی حسین جبر و آزادی سے وہ باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔ ایک نطفہ سے بچہ اور بچہ سے تنومند جوان تو بن سکتا ہے لیکن اس کا جسم کسی بھی تدبیر سے میلوں لمبا اور گزوں چوڑا نہیں ہو سکتا (لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا) اسی طرح اُس کی قوت برداشت، قوت فکر، بصارت اور بصیرت ترقی پذیر ہو سکتی ہے، لیکن ایک حد تک، اس سے آگے نہیں، اُس کی عمر ایک حد تک لمبی ہو سکتی ہے۔ اس سے زیادہ نہیں، پھر ایک ایسا وقت بھی آکر رہتا ہے کہ وہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اس سے اُسے جائے فرار نہیں، البتہ اُس کی تخلیق میں ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ پہاڑوں کی بلندی اور سمندروں کی پہنائی اور گہرائی تو حاصل نہیں کر سکتا، تاہم ان رفعتوں اور وسعتوں پر تصرف پا لیتا ہے، وہ مخلوق ہے مگر خالق کی معرفت اور اسرار تک رسائی کی استعداد رکھتا ہے، وہ کائنات میں ایک ذرہ کی سی حیثیت رکھتا ہے، لیکن کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی نظر و قوت کی زد میں ہے اور اُس نے ایک ذرہ کی توانائی پر غلبہ پا کر تسخیر عالم کی راہ ہموار کر لی ہے۔

البتہ اس کی فطری و طبعی استعدادیں اپنی نشو ونما اور تزکیہ کے لئے قدم قدم پر صحیح رہنمائی اور ہدایت کی محتاج ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اسے متناسب اعضا اور استعدادیں بخشیں ان استعدادوں کی نشو ونما کے لئے ایک تقدیر یعنی اندازہ مقرر کر دیا، پھر ان استعدادوں کی نشو ونما کے لئے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے (فھدیٰ) کامل ہدایت کا

یہی مسلمان کر دیا اس ہدایت پر کما حقہ عمل کرنے سے انسان کی تمام استعدادیں کامل نشو و نما پاکر مقصد تخلیق کی تکمیل کرتی ہیں، اور انھیں نظر انداز کرکے ان استعدادوں کو مٹی میں ملا دیا جاتا ہے، نفس انسانی کے احسن تقویم پر ہونے اور اپنی استعدادوں کی تکمیل یا تخریب کی طرف رہنمائی اور نشو و نما کا ان آیات میں صاف اشارہ ملتا ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا۔ انسانی نفس کو ہم نے کیا ہی اعتدال پر بنایا ہے، پس ہم نے اسے ہلاکت اور نشو و نما ہر دو کے اصول کی تعلیم دے دی ہے، پس جس نے اس کی نشو و نما کی وہ کامیاب ہو گیا، اور جس نے اسے دبائے رکھا وہ برباد ہو گیا (الشمس) اور تکمیل فطرت کے لئے فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا کے الفاظ میں دین فطرت اسلام کی طرف بے لوث اطاعت کا ابدی پیغام دے دیا۔

جس وقت انسان کو زمین میں منصب خلافت بخشا گیا، وہ تمام فطری استعدادوں کا مرقع تھا، اس میں زندگی کی تمام امنگیں، آرزوئیں، اشتہائیں موجود تھیں، اس میں زندہ رہنے اور ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی تڑپ تھی، وہ کائنات کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کا متمنی اور آرزو مند تھا، اس کے ماحول میں وہ تمام نعمتیں موجود تھیں، جو اس کی صلاحیتوں کو نشو و نما دے سکتی تھیں اسے ان نعمتوں سے آگاہ کر دیا گیا، یہ تمام نعمتیں اس کی رسائی میں تھیں، لیکن وہ ان کی موجودگی کے باوجود ان سے کام لینے سے نا آشنا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی خلافت کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے اُس کے ظاہری تخلیقی عناصر کو سامنے رکھ کر عرض کی، "اے پروردگارِ عالم! کیا تو ایسی ہستی کو خلافت سونپ رہا ہے، جو امنِ عالم کو درہم برہم کر دے گی اور خون بہائے گی" لیکن جوں ہی انھیں آدم کی علمی، فکری اور تخلیقی استعدادوں کا ہلکا سا احساس دلایا گیا، تو انھوں نے آدم کی خلافت کو تسلیم کر لیا، اور اس کی معاونت پر آمادگی کا اظہار کر دیا۔

فرشتوں کو اپنی عظمت کا دعویٰ نہ تھا، لیکن شیطان کو اس بات کا غرور تھا کہ میں آگ سے تخلیق کیا گیا ہوں، جس کا عظیم مظہر سورج ہے، جس کے فیضان سے دنیا میں روشنی اور زندگی ہے۔

ہوائیں، بادل، بارش، روئیدگی اور پھل پھول اسی کے مرہونِ احسان ہیں، اس لئے میں خاک کے اس پتلے ــــ آدم سے بہتر ہوں" لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ آدم میں خود سورج اور آگ کے خالق کی پھونکی ہوئی روح کار فرما ہے۔ جس کی بدولت یہ خاک ہم دوشِ ثریا ہے۔ اس کی تقویم میں خود سورج کی گرمی و روشنی سے کام لیا گیا ہے، اور اس میں سورج، آگ اور دیگر کائناتی قوتوں کی تسخیر کی قوت موجود ہے۔" لیکن شیطان اپنے محدود علم کی بنا پر اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہا اس لئے اپنے خالق کے حکم کی نافرمانی کر بیٹھا اور ابدی لعنت میں گرفتار ہو گیا،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ کیا اہلِ علم اور بے علم جاہل برابر ہیں؟ ہرگز برابر نہیں" مخلوق میں یہی امتیاز آدم کی خلافت کی سند تھا، اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ابلیس رحمتِ حق سے محروم ہو گیا، اسے احساس نہ ہو سکا کہ اس میں وہ صلاحیت نہیں جو آدم کو ودیعت کی گئی ہے، اس لئے اس کی تمام توجہ اس بات پر مرکوز ہو گئی، کہ وہ آدم کو بھٹکا کر اپنی راہ پر لے آئے، اور اس طرح اپنی ذلت و محرومی کا انتقام لے، یوں وہ دنیا میں مایوسی، پست ہمتی، قنوطیت اور جمود کا نمائندہ، محرک اور نشان بن گیا اسی حقیقت کی معرفت یا عدم معرفت کی بدولت خود نوعِ انسان عروج یا زوال کا شکار ہوتی ہے، علم ہی کی بدولت دنیا میں ترقی، تہذیب اور مسلسل سربلندی اور ارتقاء ہے ـــ اور اسی کے فقدان کی وجہ سے انتشار، فساد، پستی بربریت اور حیوانیت کی تاریکی دنیا کو ڈھانپ لیتی ہے۔

انسان کو علمی اور فکری صلاحیتوں سے نوازا گیا، اس کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا لیکن ابھی اس کی فطری استعدادوں کی نشو و نما اور رہنمائی کے لئے نہ تو لائحہ عمل عطا کیا گیا، نہ ہی اس کے سامنے کوئی ماضی تھا، جس کی رہنمائی میں وہ مستقبل کی منزلوں کی طرف جادہ پیما ہو جاتا، رہ سہہ کر اس کا مادی وجود اور اس کی بقا کے تقاضے تھے، اسے کھانے پینے اور گرمی و سردی سے بچنے کا احساس تھا۔ اس کا دشمن شیطان نہیں چاہتا تھا کہ آدم پر اس کا حقیقی مقام کھل سکے اور وہ علم و معرفت کی شاہراہ پر چل کر سربلند ہو جائے، اور اس طرح روحانی رفعتوں پر پہنچ کر اس کی زد

اور گرفت سے باہر ہوجائے، چنانچہ اس نے آدم کو جسمانی اور مادی تقاضوں میں الجھا دیا، اور آدم، شیطان کے بہکانے سے، نادانستہ، اپنے حقیقی مقام سے گر گیا، (فَنَسِیَ آدَمَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا) اور اپنی رفیقہ حیات کو بھی شریک کر لیا،

نفسانی خواہشات کے تقاضوں نے انسان کو کشمکش حیات سے دوچار کر دیا، راستے کے نشیب و فراز سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اسے مشکلات نے گھیر لیا، سفر زندگی میں اس کی رنج و راحت کی شریک رفیقۂ حیات حوا بھی آدم کی پیدا کردہ مشکلات میں لپیٹی گئی مگر دونوں کو اپنی غلطی کا جلد ہی احساس ہوگیا، اور اس مقام کی عظمت کا شعور جاگ اٹھا جہاں سے وہ گرائے گئے تھے، پس انھوں نے سربسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑا کر التجا کی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ - اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے نفسوں پر تیری نافرمانی کرکے، ظلم کیا ہے، اور اگر تو ہماری خطا کو معاف نہیں کرے گا، اور ہم پر رحمت نہیں کرے گا، تو بلاشبہ ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے" آدم و حوا کی یہ مخلصانہ گریہ وزاری رائگاں نہ گئی - رحمت الٰہی جوش میں آئی اور نہ صرف اول البشر کی مشکل کشائی کر گئی - بلکہ تا قیامت نوع بشر پر یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ جب کبھی انسان راہِ راست سے بھٹک جائے گا، اور اپنی خطا پر نادم ہو کر دستگیری کے لئے بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہوگا، ہر بار رحمتِ الٰہی اس کی دستگیری کے لئے آگے بڑھے گی اور اگر وہ ہزار بار بھی خطا کرکے اس کے آستانے پر سر رکھے گا تو محروم و مایوس نہیں لوٹے گا -

باز آ - باز آ - ہر آنچہ ہستی، باز آ - گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست - صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

پس بارگاہِ سرمدی سے شیریں کلام میں یہ بشارت سنائی گئی "تمھاری توبہ قبول ہوتی - تم نے جلد بازی سے کام لیا تھا، تمھیں آئندہ شیطان کے وسوسوں سے بچانے اور کارگہِ حیات میں رہنمائی کے لئے ضابطۂ ہدایت عطا کروں گا، جسے نسل انسانی کی ہدایت کے لئے انسانوں ہی

میں سے منتخب رسولوں کے ذریعے بھیجتا رہوں گا تاکہ وہ رسول جہاں تعلیم پہنچائیں وہاں اس پر عمل کرکے انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ پیش کریں،

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ)

پس جب میری طرف سے تمھارے پاس ہدایت آئے تو جو تم میں سے میری ہدایت پر چلیں گے، پس انھیں نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

يَا بَنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اعراف)

اے اولادِ آدم! جب تم ہی میں سے میرے رسول آکر میری آیات تمھیں پڑھ کر سنائیں، تو جو میری نافرمانی سے بچیں گے اور میری تعلیمات کے مطابق اپنی اصلاح کریں گے، اُن پر نہ ہی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔"

متقین اور صالحین کا گروہ | آدم کو جنت میں رکھا گیا تو تاکید کردی گئی کہ شجرِ ممنوعہ کے قریب نہ جاؤ گے تو ابدی جنت نصیب ہوگی، جس میں اَنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ۔ نہ تو بھوکا رہے گا اور نہ ننگا، نہ اس میں تو پیاسا رہے گا اور نہ ہی تمھیں دھوپ ستائے گی مگر آدم سب کچھ بھول گیا، اور شجرِ ممنوعہ کے پاس جانے سے نہ رہ سکا اور ان تمام نوازشات سے محروم ہوگیا جن کا خدا کی طرف سے وعدہ دیا گیا تھا۔ تب اسے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا اور وہ نادم ہوکر بارگاہِ خداوندی میں تائب ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں اور لاانتہا رحمت نے دوبارہ اپنی آغوش میں لے لیا۔ اور نسلِ آدم کو مزید لغزشوں اور ٹھوکروں سے بچانے کے لئے اپنے اطاعت شعار اصولوں کی معرفت انھیں کتابِ ہدایت سے نوازا اور تاکید کردی کہ تم میں سے جو لوگ میری رضا کی خاطر، کامل طور پر میری ہدایت کی پیروی کرتے رہیں گے، وہ ہرگونہ مفاسد سے محفوظ رہ کر میری پناہ میں رہیں گے اور بلند سے بلند تر مراتب پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا ارشاد سے ایک حقیقت نکل کر سامنے آتی ہے کہ وہ اپنی ہدایت کی روشنی میں رسولوں کے ذریعہ متقین اور صالحین کی ایک جماعت قائم کرنا چاہتا ہے، جو دنیا میں اجتماعی طور پر احکامِ الٰہی پر کاربند ہو، بھولے بھٹکے برادرانِ نوع کو نیکی، انصاف، خداشناسیٔ اور احکامِ الٰہی کی پیروی کی دعوت دے، بدی، فساد اور معصیت کے استیصال اور بیخ کنی کے لئے اجتماعی اور انفرادی سطح پر مصروفِ جد وجہد رہے، انسان دشمن استحصالی قوتوں کو ختم کرے، اور اس میں مداہنت، تقیہ اور تملق سے بلند تر ہو کر بلا خوف لومۃ لائم گامزن رہے، مَنْ تَبِعَ هُدَايَ اور فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کے الفاظ ربانی اُنہیں کی نہیں جماعتِ مسلمین، اُمتِ مسلمہ کی نشاندہی کرتے ہیں اور گو خدا کا ایک مخلص بندہ، عبد صالح بھی خدا کی نظر میں مقبول ہوتا ہے، تاہم خلافتِ ارضی کا خلعت ہر زمانے اور دور میں اُمتِ مسلمہ یعنی جماعتِ المسلمین، حزب اللہ کا مقدر رہا ہے، اور جب کبھی انبیاء علیہم السلام کے متبعین کو کہا گیا کہ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ مِنْ بَعْدِهِمْ کہ ہم نے تمھیں کفّار و مکذبین کے بعد دنیا میں خلافت بخشی تو اس سے مراد جماعت بہ حیثیت اُمت تھی، فرد مخاطب نہ تھا۔

بعثتِ انبیاء زمین پر آباد ہونے کے بعد انسان کنبوں اور خاندانوں میں ڈھلتے گئے، جنھوں نے بعد میں قبیلوں اور بالآخر نسلی، علاقائی اور تہذیبی اساس پر قوموں کی صورت اختیار کرلی، کسی مربوط اصلاحی نظامِ ہدایت کی عدم موجودگی میں بقائے ذات کے تقاضوں نے انھیں راہِ راست سے دُور کر دیا۔ عدل وانصاف، رواداری اور جائز وسائل سے روزی حاصل کرنے کی بجائے طاقت وروں نے ناتوانوں کو لوٹنا شروع کر دیا، "ہر قیمت پر، ہر صورت اور ہر طریق سے زندگی کی بقا"، آسان ترین گر نظر آنے لگا۔ "ہر جائز و ناجائز طریق سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھاؤ" اور "جس کی لاٹھی اُس کی بھینس" آئینِ حیات قرار پایا۔ ایک دوسرے کو لوٹنے، ایک دوسرے کو قتل کرنے، ایک دوسرے سے علاقوں، اموال اور وسائلِ حیات کو ہتھیانے کی خاطر باہمی امن و سلامتی، عدل وانصاف، اصلاح و شرافت کے تمام تقاضوں کو پسِ پشت

ڈال دیا، اور مردم آزاری سے گزر کر مردم کشی اور آدم خوری تک نوبت پہنچ گئی، پھر کمزوروں کے مقابل تو ایک قبیلہ یا قوم کی روش جابرانہ ہوتی تھی، اور جب اپنے سے زیادہ کوئی طاقت ور گروہ حملہ آور ہوتا تھا، تو پھر یہ جابر قبیلہ مظلومیت کا جامہ اوڑھ لیتا، اور کبھی کبھی جان، مال، ناموس، گھر بار اور آزادی کے تحفظ کے نام پر میدان میں کود پڑتا۔ لیکن ناتوانوں کو ان تحفظات سے محروم کر دیتا، غرضیکہ دنیا ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ (انسان کے ہاتھوں بحر و بر پر فساد کے طوفان چھا گئے) کا منظر پیش کرنے لگی، جس کی اصلاح و درستی کے لئے اپنی رحمت سے اللہ تعالیٰ کسی رسول کو ہدایت کے لئے بھیج دیتا، انبیاء کی بعثت و ترسیل کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - (البقرہ: ۲۱۴)

"سارے انسان ایک امت ہیں، پس اللہ نے نبیوں کو بھیجا خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ہمراہ حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ لوگوں میں ان باتوں کا فیصلہ کرے، جن میں باہم اختلاف کرتے تھے، اور جنھیں وہ کتاب دی گئی تھی انھوں نے اپنی ضد کی بنا پر اس میں اختلاف کیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیلیں آچکی تھیں پس اللہ نے اپنے حکم سے ان کو جو ایمان لائے اس حق کی طرف ہدایت کی جس میں لوگ اختلاف کرتے تھے، اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔"

جب کبھی کسی قوم یا بستی میں شدید اختلاف رونما ہو کر فساد و انتشار کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ انسانی ترقی و تہذیب کو زوال آجاتا تھا، باہمی عداوت و حسد کا غلبہ ہو جاتا تھا، انا نیت

کی قدریں مضمحل ہوجاتی تھیں، اجتماعی عمل ارتقا میں رکاوٹ پیدا ہوجاتی تھی، فکر وحریت کے سوتے جہالت وجمود کے خس وخاشاک سے اَٹ جاتے تھے، تو اللہ تعالیٰ ہدایت کا سلسلہ شروع کردیتا تھا۔ اس کے رسول آسمانی ہدایت لاتے تھے، خالص بے لوث ہدایت، اگر ایک گروہ خواہشات سے مغلوب ہوکر تکذیب کرتا تھا۔ تو دوسرا گروہ ہدایت پر ایمان لاکر بشارات وفضائل الٰہی سے جھولیاں بھرتا تھا، اور اپنی قوم میں خلافت وامامت کا نمونہ قائم کرتا تھا، مومنین، متقین اور صالحین کا یہی گروہ انبیاء کی بعثت کا مقصود تھا، رہا ہے اور آج بھی ہے، حتی کہ یہی گروہ دنیا میں غالب آکر نسل آدم کو عدل وانصاف، صلح وآشتی، محبت واخوت اور اخلاق وروحانیت سے ہمکنار کردے گا۔

سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا انقلابی مقصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے دنیا میں قبائلانہ گروہ بندیاں تھیں اور بڑے بڑے قبائل طاقت ور اور جابر اُمراء کی گرفت میں تھے۔ جو اقتدار، دولت اور تقلیدی ورواجی مذہب ہر تین قوتوں پر مسلط تھے، ابلیس نے جب کبھی بدی کی قوتوں کو نسل آدم کے خلاف استعمال کیا اُس نے انسانوں میں سے ان تینوں گروہوں کو ہی آلہ کار بنایا، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور اسی زمانے کے دیگر انبیاء کو ان خواہشات کے غلام، ہوس کار متکبر، مترف اور مذہب کے اجارہ دار ہی سے واسطہ پڑا، ان انبیاء نے پند وموعظت سے اپنی اقوام کو راہِ راست پر لانے، جبر وتشدد سے نجات دلانے اور سیاسی، معاشی اور مذہبی اجارہ داریوں کو ختم کرکے عدل ومساوات پر مبنی نظام میں متحد ویکجا کرنے کے لئے سرتوڑ سعی کی لیکن تھوڑے ہی لوگ ان کے مسلک پر گامزن ہوئے حتیٰ کہ انجام کار انبیاء کے مخالفین ہلاک اور ان انبیاء پر ایمان لانے والے بندگانِ حق کی جماعت کو بچا کر انھیں خلافت ارضی سونپی جاتی رہی، اور اس طرح انسان تہذیب وارتقار کی شاہراہ پر ان موجوں کی طرح بڑھتا رہا جو باہم ٹکرانے کے ساتھ ساتھ سمندر کی طرف بہتی چلی جاتی ہیں۔

مذہبی دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے نبی نظر آتے ہیں جن کے عہد میں قبائلی رؤسا کی جگہ ایک قوی، جابر، متمرد بادشاہ نے لے لی تھی، بابل کا بادشاہ نمرود اپنی قوت، جبروت اور خودسری کی وجہ سے خود سیاسی اقتدار، دولت اور علم و فراست کے بل بوتے پر خدائی کا مدعی تھا، اور اس کی سلطنت کے لوگ جہاں اُس کے اقتدار سے لرزاں تھے، وہاں عقیدت اور خوف کی بنا پر اس کی پرستش بھی کرتے تھے، اقتدار، مال و دولت کی فراوانی اور مذہبی قیادت تین ایسی قوتیں ہیں جن کا ہر مادہ پرست انسان پجاری چلا آیا ہے اور آج بھی جو شخص انسانوں پر اقتدار حاصل کر کے ان کو گرفت میں لینا چاہتا ہے۔ وہ سیاسی، معاشی اور مذہبی اقتدار، خطرات اور تحفظ کی آڑ میں انسان کی جان، مال اور آبرو پر تصرف حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تنہا ان تینوں دشمن قوتوں کا مقابلہ کیا، آپ نے معجزات سے نہیں بلکہ دلائل و براہین سے وقت کے حاکم اور عامۃ الناس کو خود ساختہ بتوں کی بے بسی کا احساس دلایا، اور خدائے واحد کی طرف دعوت دیتے وقت ایثار و قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے، آپ نے حق کی خاطر آتش نمرود کو خوش آمدید کہا، خویش و اقارب، گھر بار اور وطن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا، حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین متاع حیات، اکلوتے جواں سال فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو رضائے الٰہی کی خاطر قربان کرنے سے دریغ نہ کیا تاکہ آپ کی سنت پر چلنے والے عظیم انسانوں پر مشتمل امت مسلمہ کی تشکیل ہو۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب تسلیم و رضا کی آزمائش میں پورے اُترے اور اللہ تعالیٰ اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً، (میں تمہیں نوع انسانی کا امام بنانے لگا ہوں) کے الفاظ میں آپ کو امام الناس کے خلعت و خطاب سے نوازا تو آپ نے دنیا میں توحید کے قیام و دوام کے لئے مکہ مکرمہ میں اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل کی معیت میں بیت اللہ تعمیر کیا جو دنیا میں خانہ کعبہ کے نام سے مشہور و معروف ہوا، اسے توحید پرستوں کے اجتماع اور امن کا گہوارہ (مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْناً) قرار دیا گیا، اور اس مقصد کی خاطر سالانہ حج کا اعلان کیا گیا

تاکہ لوگ ہر سال بلکہ ہر آن بیت اللہ میں یکجا ہو کر خدا کی یکتائی اور توحید کا اعلان متواتر لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ کے نعروں سے کریں، تین توحید پرستوں ـــــ حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ، حضرت اسماعیلؑ ـــــ کی یاد تازہ کریں، توحید پرستوں پر مشتمل امتِ مسلمہ دنیا کے کونے کونے سے یہاں جمع ہو، امن و سلامتی، وحدت ربانی، وحدتِ نسلِ انسانی، اور مساوات و حریتِ بنی آدم کے عزمِ کامل کا مظاہرہ بھی کرے اور اس پیام و سنت ابراہیمی کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانے کا جذبہ و عزم لے کر اقصائے عالم میں پھیل جائے۔

دو انسانیت نواز دعائیں | جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہو گئے، تو حکم الٰہی کے مطابق عرب کی سرزمین میں اعلان حج کر دیا، اور خانہ کعبہ کو عملاً زائرین، معتکفین حرم اور عبادت گذاروں کے لئے پاک و مطہر کر دیا، تو اپنی دلی تڑپ اور لگن کو بقائے دوام بخشنے کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوتے :-

۱- رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ)

اے ہمارے رب! اور ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے ایک امت مسلمہ (فرمانبردار امت) بنائیو، اور ہمیں ہمارے حج کے طور طریقے (اعمال حج) بتا اور ہم پر رحمت سے توجہ فرما۔ تو رحمت سے توجہ فرمانے والا رحم کرنے والا ہے۔

۲- رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (البقرہ)

اے ہمارے رب! اور ان میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمائیو، جو ان پر تیری آیات پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے۔ تو غالب حکمت والا ہے۔

جو مقصد انبیائے سابقین کے سامنے تھا اور ابھی تکمیل کا محتاج تھا۔ وہ ان عدیم النظیر باپ بیٹے کی زبانوں پر دعا بن کر ظاہر ہوا۔ ان دونوں دعاؤں میں ایک تو امت مسلمہ کی تشکیل اور

دوسرے ایک عظیم الشان جلیل القدر رسولؐ کی بعثت لازم و ملزوم ہیں، ان ہر دو دعاؤں کا مرکزی نقطہ "امت مسلمہ" ہے، اور رسولؐ کی بعثت کی غرض و غایت اس امت کا قیام اور اس کے دوام و تکمیل کے لئے تطہیر و تزکیہ کے ساتھ ساتھ احکام و حکمت خداوندی کی تعلیم دینا ہے، بلاشبہ نبی مبعوث ہو کر دنیا میں خدا کا کلمہ بلند کرتے ہیں، اور ایک صالح گروہ کو اپنے پیغام پر یکجا کر کے رخصت ہو جاتے ہیں، لیکن کسی رسولؐ کے پیغام کا علمی اور عملی نمونہ اس کی امت پیش کرتی ہے۔ وہی اس کی تعلیمات کو پھیلاتی اور دنیا میں حق و صداقت کی علمبردار ہوتی ہے، وہی اقوام عالم کے سامنے خدا کی توحید، کتاب اللہ کی تعلیمات اور اپنے نبی کی سنت کا نمونہ پیش کرتی اور مخالفین پر حق کی شہادت دے کر اتمام حجت کرتی ہے۔ یہی امتِ خیر ہے، یہی امت وسط ہے، یہی نسل انسانی کے درمیان شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ہونے کا آسمانی فریضہ ادا کرتی ہے جس کی بدولت ایک امت "میانِ امناں والا مقام است" کی مصداق بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ بھی اس امت پر درود و صلوٰت بھیجتے ہیں۔

فلاح و بہبودِ انسانی کا مقصدِ عظیم | سیدنا حضرت ابراہیمؑ تسلیم و رضا کے جس بلند مقام پر تھے، اور قیام و نشر توحید کے سلسلہ میں آپ مصائب کی جس بھٹی میں سے گذرے وہ اس محبت الٰہی اور بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبودی کی تڑپ سے عبارت ہے جو آپ کے قلب پر غالب و متسلط تھی اور اس کا اظہار آپ نے حیاتِ مستعار کے آخری ایام میں ذیل کے الفاظ میں فرمایا :-

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ	"اے ہمارے رب! اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا
وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ رَبِّ اِنَّهُنَّ	اور مجھے اور میری اولاد کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں
اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ	کی پوجا کریں۔ میرے رب! انھوں نے اکثر لوگوں
فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ	کو گمراہ کیا ہے۔ پس جو میری پیروی کرے وہ مجھ سے
رَّحِيْمٌ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ	ہے، اور جو میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا رحم
بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ	کرنے والا ہے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ

رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (ابراہیم ع ۶ آیت ۳)

اولاد کو تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں بسایا ہے۔ جہاں کھیتی نہیں اگتی، ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، پس تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ شکر ادا کرتے رہیں۔

ایک بے آب وگیاہ، غیر آباد ریگ زار میں خدائے واحد کی عبادت کے لئے خانۂ خدا کی تعمیر، دنیا میں ایک پُرامن، فتنہ و فساد سے پاک، جنت نظیر بستی کی آرزو، خدا کی عبادت گذار موحد جماعت کے وجود کی تڑپ، شرک و بت پرستی سے نجات کی خواہش اور اس نوزائیدہ جماعت کے لئے باعزت روزی کی دعا اُس دنیا کی عکاس ہے، جو خلیل اللہ کے تصور میں موجود تھی۔

امت مسلمہ—امت مسلمہ دن گذرتا گیا، دن مہینوں، سالوں اور صدیوں میں ڈھلتے گئے، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی تمنائیں اور دعائیں زمانے کی آغوش میں نشوونما پاتی رہیں۔ حتیٰ کہ کوئی اڑھائی ہزار سال بعد رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ کی دعا خاتم الانبیاء رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں رونق افزائے بزم انسانیت ہوئی، جس کی بشارت قرآن حکیم نے تصدیق ذیل میں دی:-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (الجمعہ)

اللہ ہی نے اُمیوں کے اندر انھی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے۔ اور انھیں پاک کرتا ہے، اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور اس سے قبل یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ام القریٰ مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیمؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ایک نبی مبعوث فرمایا جو انہی صفات کا حامل تھا۔ جن کا حضرت ابراہیمؑ کی دعا

میں ذکر تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیانی عرصے میں اس قوم میں کوئی نبی، رسول، وصی اور امام نہ آیا۔ خود بعثت سے قبل آپ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ کے مطابق خود ایمان اور کتاب کی حقیقت اور ماہیت سے بے خبر تھے، آپ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کی رو سے آسمانی رہنمائی اور ہدایت کے متلاشی تھے، اور آپ کو ہدایت عطا کی گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی قوم بھی لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کے مصداق ہدایت سے محض ناآشنا تھی اور ان کے درمیان آپ کے زمانے میں کوئی دوسرا نبی، رسول امام یا وصی موجود نہ تھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بعثت کو امت مسلمہ پر احسان کے طور پر بیان کیا گیا، کیا ہی عظیم محسن، کتنا ہی بڑا احسان اور کس قدر عظیم وہ امت مسلمہ تھی، جس پر احسان کی بارش کی گئی۔ اور نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران: ۱۶۴)	"یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پہ اس کی آیات پڑھتا ہے، اور انھیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خلیل اور حکم خداوندی کے مطابق اہل ایمان کا تزکیہ فرمایا اور ان کی تطہیر کی، ان کے سینے ایمان و حکمت کے نور سے بھر دئیے اور وہ دنیا میں دعائے خلیل کی مظہر، امت مسلمہ کے سانچے میں ڈھل گئے، یہی سنت ابراہیمی کا عکس و نمونہ تھے، یہی امت مسلمہ تھی جو انبیاء کی توجہ اور تعلیمات کا مرکز تھی، اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ	یقیناً ابراہیمؑ سے سب سے زیادہ قریب

اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (آلِ عمران : ۶۸) — وہ لوگ ہیں، جنھوں نے اس کی پیروی اختیار کی، اور یہ نبیؐ اور وہ جو اس نبیؐ پر ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تربیت یافتہ، سنتِ ابراہیمی کے پابند اور محب، مومنین کے دین و ایمان پر قرآن کی یہ آیت شاہد اور مذکورہ بالا آیت کی موید ہے:۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا (النساء : ۱۲۵) — اور دین کے لحاظ سے اس سے زیادہ اچھا کون ہے، جس نے اپنی تمام تر توجہ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر لگا دیا، اور وہ نیکوکار اور یکسو ہو کر ابراہیمؑ کے راستے کی پیروی کرتا ہے اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنالیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، تربیت، تطہیر اور تزکیہ کا شاہکار، امتِ مسلمہ کلی طور پر آستانۂ الٰہی پر گر گئی، اس نے اپنی خواہشات کو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے قربان کر دیا، حسنِ عمل، حسن اعتقاد اور حسن سلوک میں محسنین انسانیت بن گئے، حضرت ابراہیمؑ کے طریق پر چلے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنالیا تھا، یہ امت بھی خدا کی برگزیدہ و محبوب بن گئی۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ وَآتُوا الزَّكَوٰةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ (الحج: ۷۸) — اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو جہاد کرنے کا حق ہے، اُس نے تمھیں چُن لیا ہے، اور دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، تمھارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب، اُس نے تمھارا نام پہلے ہی سے مسلمین (امتِ مسلمہ) رکھا، اور اس قرآن میں بھی، تاکہ رسولؐ تم پر شاہد (نمونہ) ہو اور تم لوگوں پر شاہد (نمونہ) ہو، پس نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھو، وہ تمھارا مولا ہے، وہ کیا ہی اچھا مولا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔